Regd. # MC-1177

ترجمہ

"الفقہ الأکبر" و "الوصیۃ لأصحابہ"

بنام

عقائد نامہ اہلسنّت وجماعت

تالیف

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ عنہ

(متوفی 150ھ 772ء)
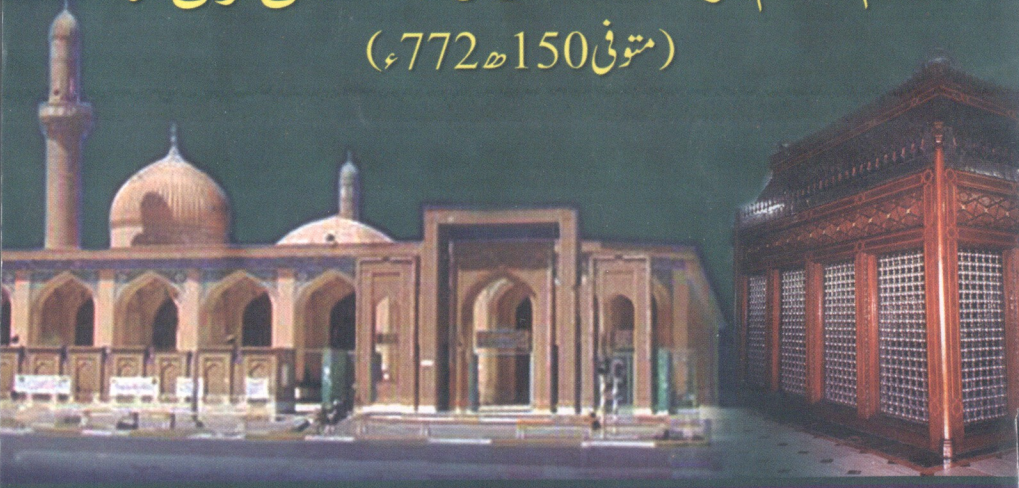
مترجم

علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ

(۱۳۹۱ھ/۱۴ اگست ۱۹۷۱ء)

تحقیق وترتیب

خرم محمود

جمعیّت اِشاعت اہلِسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

ترجمہ

"الفقه الأكبر" و "الوصية لأصحابه"

بنام

عقائد نامہ اہل سنت وجماعت

تالیف

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ

(متوفی 150ھ/ 772م)

مترجم

علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۹۱ھ/ ۱۴ اگست ۱۹۷۱ء)

تحقیق و ترتیب

خرم محمود

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

"نور مسجد" کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 021.32439799

طباعتی تفصیلات

کتاب	:	"الفقہ الأکبر" و "الوصیۃ لأصحابہ"
		عقائد نامہ اہل سنت وجماعت
مؤلف	:	امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ
مترجم	:	علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تقدیم	:	خرم محمود
سن اشاعت	:	شوال المکرم 1437 ہجری / جولائی 2016
سلسلہ اشاعت	:	267
تعداد	:	4700
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت، (نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 021.32439799)

خوشخبری : یہ رسالہ اس ویب سائٹ پر بھی موجود ہے:

www.ishaateislam.net

پیش لفظ

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

علم الکلام کو علومِ دینیہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے، علم الکلام سے عقائد کی درستگی اور گمراہی سے حفاظت کا سامان ہوتا ہے اور وصیت کو بھی اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا، احادیثِ نبویہ اس کی اہمیت پر شاہد ہیں۔ ان دونوں اہم موضوعات پر جو رسائل ہمارے ہاتھ میں ہیں یہ دونوں قوانین اسلامی کے اولین مدوّن سراج الائمہ امام اعظم امام ابو حنیفہ تابعی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہیں۔ جن کا ترجمہ صدر الافاضل کے تلامذہ میں سے ایک ایسے فرد کی کاوش ہے جنہوں نے کئی کتب ورسائل کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے امت پر احسان کیا یہ تراجم جو ایک عرصہ قبل شائع ہوئے تھے اور اب علامہ خرم محمود نے انہیں نئے سرے سے ٹائپ کیا اور ترتیب دیا، تراجم کو اصل عربی متن سے چیک کیا اس کام میں انہوں نے بڑی محنت کی ہے، اللہ تعالی ان کی سعی کو قبول فرمائے اور علم دین کی خدمت کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت ان دو رسائل کو ''عقائد نامہ اہل سنت وجماعت'' کے نام سے اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۶۷ ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف و مترجم کے فیضان سے ہمیں مستفیض فرمائے اور مرتب علامہ خرم محمود اور اراکین جمعیت جنہوں نے شائع کرنے کا اہتمام کیا سب کی سعی کو اپنی بارگاہ میں اپنے حبیب کے صدقے قبول فرمائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دار الحدیث والافتاء

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

عرض حال

عقائدِ اسلامیہ ماتریدیہ کے متعلق یہ دو رسائل، پیشِ خدمت ہیں، یہ دونوں رسالے "الفقہ الاکبر" اور "الوصیۃ لاصحابہ" سراج الامۃ، کاشف الغمۃ، امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ ان دونوں کا ترجمہ حضرت علامہ مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برسوں پہلے کیا تھا، جنہیں "ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم، لال کھوہ، موچی گیٹ، لاہور" نے شائع کیا تھا جو غالباً ایک ہی بار طبع ہوئے تھے اور اب یہ دونوں رسائل عرصہ دراز کے بعد جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر طباعت کے لئے تیار ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک

"الفقہ الاکبر" پر ہونے والا کام:

(۱)... مخطوط اور تقریباً چار (4) مطبوعہ نسخہ جات سے تقابل کیا ہے اور اختلاف یا جو عبارت حضرت مترجم علیہ الرحمۃ سے رہ گئی تھی، اسے اس بریکٹ [...] میں درج کر دیا ہے، تا کہ امتیاز رہے۔

(۲)... آیات مبارکہ کو منقش بریکٹ: ﴿...﴾ میں درج کیا ہے۔

(۳)... آیات مبارکہ کی تخریج کی ہے۔

(۴)... عربی متن کی تحقیق، ضبط و تصحیح کی ہے۔

(۵)... عربی متن اور یوں ہی ترجمہ بھی شروع سے آخر تک ایک مضمون کی سی صورت میں ہی تھا کوئی عنوان، پیرابندی وغیرہ نہ تھی۔

i. لہذا عنوانات قائم کئے گئے۔

ii. اور پیرابندی بھی کی گئی۔

(٦)... رموز واو قاف کا خاص اہتمام کیا ہے۔

(٧)... صاحبِ "الفقہ الاکبر" و "الوصیۃ" یعنی سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مختصر حالاتِ زندگی شاملِ اشاعت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(٨)... حضرت مترجم، علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مختصر حالات سپردِ قرطاس کئے ہیں۔

کتاب کو حتی الامکان حُسن صُوری و معنوی سے آراستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے پھر بھی غلطیوں کا صدفی صد امکان باقی ہے لہذا اہلِ علم حضرات سے عرض ہے کہ کسی غلطی وغیرہ سے آگاہ ہونے کی صورت میں "تعاونوا علی البر" کے جذبہ سے ہمیں اطلاع دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

خرم محمود

سرسالہ آزاد کشمیر

١٣ر مضان ١٩/١٤٣٧ جون ٢٠١٦ بروز اتوار

سوانح حیات امام ابو حنیفہ

آپ عظیم تابعی، امام اعظم، امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سید الاولیاء والمحدّثین، محدِّث و فقیہ، اُصولی، متکلم، قانون دان، مصنف اور اسلامی قوانین کے اولین مدوِّنین میں سے ہیں۔

نام و نسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی: نعمان، کنیت: ابو حنیفہ اور لقب: امام اعظم ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے آپ کا شجرہ یوں بیان کیا: "اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن المرزُبان" آپ فارسی النسل ہیں۔ آپ کا خاندان، فارس کا ایک معزز اور مشہور خاندان تھا۔ فارس میں رئیسِ شہر کو مرزبان کہتے ہیں، جو امام صاحب کے پر دادا کا لقب تھا۔

ولادت باسعادت:

جمہور ائمہ کے ہاں قولِ مقبول، معروف و مختار یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی پیدائش 80ھ/ 699ء میں عراق کے دار الحکومت کوفہ میں ہوئی[1]۔ اُس وقت وہاں عبد الملک بن مروان کی حکومت تھی اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔

---

(1) البتہ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک ستر، 70ھ والی روایت صحیح ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت کس سن میں ہوئی۔ اس بارے میں دو قول مشہور ہیں۔ ۷۰ھ یا ۸۰ھ۔ زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے =

یہ وہ عہد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جمال مبارک سے جن لوگوں کی آنکھیں روشن ہوئی تھیں (یعنی صحابہ کرام) ان میں سے چند بزرگ بھی موجود تھے، جن میں سے بعض امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے آغازِ شباب تک زندہ رہے، مثلاً: انس بن مالک رضی اللہ عنہما، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خادم خاص تھے 93ھ میں انتقال کیااور ابو طفیل عامر بن واثلہ، متوفی 110ھ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہے۔

حلیہ مبارک:

امام ابویوسف رحمۃاللہ تعالی علیہ آپ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ متوسط قد، حسین و جمیل، فصیح و بلیغ اور خوش آواز تھے۔ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، خوشبو اور بھلی مجلس والے رعب دار آدمی تھے۔ آپ کی گفتگو نہایت شیریں، آواز بلند اور صاف ہوا کرتی تھی۔ کیسا ہی پیچیدہ مضمون ہو، نہایت صفائی اور فصاحت سے ادا کر سکتے تھے۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے۔ ابو مطیعان کے شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن ان کو نہایت قیمتی چادر اور قمیص پہنے دیکھا، جس کی قیمت کم از کم چار سو درہم رہی ہوگی۔
(معجم المصنفین: ج2، ص14)

=

ہیں، لیکن بہت سے محققین نے ۸۰ھ کو ترجیح دی ہے اس خادم (مفتی محمد شریف الحق امجدی) کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ حضرت امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی"۔
(نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری: مقدمہ، ج1، ص114)

تعلیم کے مراحل و مسندِ درس وتدریس:

آپ نے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد تجارت کا میدان اختیار کر لیا تھا۔ آپ ریشم کے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حفص بن عبدالرحمن بھی آپ کے شریک تجارت تھے۔ آپ کی تجارت عامیانہ اصولوں سے بالاتر تھی۔ آپ ایک مثالی تاجر کا رول ادا فرماتے، بلکہ یوں کہا جائے کہ تجارت کی شکل میں لوگوں پر جُود و کرم کا فیض جاری کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔

ایک دن تجارت کے سلسلہ میں بازار جا رہے تھے، راستے میں امام شعبی سے ملاقات ہوئی، یہ وہ عظیم تابعی ہیں جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، ارشاد فرمایا: کہاں جاتے ہو؟ عرض کی: بازار، چوں کہ آپ نے امام اعظم کے چہرہ پر ذہانت وسعادت کے آثار نمایاں دیکھ کر بلایا تھا، فرمایا: علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے ہو؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: غفلت نہ کرو تم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو؛ کیوں کہ میں تمہارے چہرے میں علم وفضل کی درخشندگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔

امام اعظم فرماتے ہیں: امام شعبی کی ملاقات اور ان کے اس فرمان نے میرے دل پر اثر کیا اور بازار کا جانا میں نے چھوڑ دیا۔ پہلے علم کلام کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں کمال حاصل کرنے کے بعد گمراہ فرقوں، مثلاً: جہمیہ اور قدریہ سے بحث ومباحثہ کیا اور مناظرہ شروع کیا پھر خیال آیا کہ صحابہ کرام سے زیادہ دین کو جاننے والا کون ہو سکتا ہے، اس کے باوجود ان حضرات نے اس طریق کو نہ اپنا کر شرعی اور فقہی مسائل سے زیادہ شغف رکھا، لہذا مجھے بھی اسی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

کوفہ آپ کے عہد پاک میں فقہائے عراق کا گہوارہ تھا، جس طرح اس کے برخلاف بصرہ مختلف فرقوں اور اُصول اعتقاد میں بحث ومجادلہ کرنے والوں کا گڑھ تھا۔ کوفہ

کا یہ علمی ماحول بذات خود بڑا اثر آفریں تھا۔ خود فرماتے ہیں: میں علم وفقہ کی کان "کوفہ" میں سکونت پذیر تھا اور اہلِ کوفہ کا جلیس وہم نشیں رہا پھر فقہاءِ کوفہ میں ایک فقیہ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

یہاں فقیہ سے مراد حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں، جو اس وقت جامع کوفہ میں مَسندِ درس وتدریس پر متمکن تھے اور یہ درسگاہ باقاعدہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک سے چلی آرہی تھی۔

حصولِ علم کے لئے اسفار:

امام اعظم نے علم حدیث کے حصول کے لیے تین مقامات کا بطورِ خاص سفر کیا۔ آپ نے علم حدیث سب سے پہلے کوفہ میں حاصل کیا؛ کیوں کہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور کوفہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز تھا گویا آپ علم حدیث کے گھر میں پیدا ہوئے، وہیں پڑھا، کوفہ کے سب سے بڑے علم کے وارث امام اعظم خود بنے۔ دوسرا مقام حرمین شریفین کا تھا، جہاں سے آپ نے احادیث اخذ کیں اور تیسرا مقام بصرہ تھا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تقریباً 4 ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

اساتذہ کرام:

علم الادب، علم الانساب اور علم الکلام کی تحصیل کے بعد علم فقہ کے لیے امام حماد کے حلقہ درس سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے، جن سے وہ وقتاً فوقتاً اکتساب علم کرتے رہے۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی شاگردی کا فخر بھی انہیں حاصل ہے۔ خلیفۂ وقت کے پوچھنے پر امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں کا علم پایا۔

امام ابو حفص کبیر نے امام ابو حنیفہ کے اساتذہ کے شمار کرنے کا حکم دیا، شمار کئے گئے تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچی۔ علامہ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں جہاں ان کے شیوخِ حدیث کے نام گنوائے ہیں، اخیر میں لکھ دیا ہے: "وخلقٌ کثیرٌ"۔

حافظ ابو المحاسن شافعی نے تین سو انیس 319 اساتذہ کے نام بقیدِ نسب لکھے ہیں۔

امام صاحب نے ایک گروہِ کثیر سے استفادہ کیا، جو بڑے بڑے محدّث اور سند و روایت کے مرجعِ عام تھے، مثلاً: " امام شعبی، سلمہ بن کہیل، ابو اسحاق سبعی، سماک بن حرب، محارب بن ورثا، عون بن عبد اللہ، ہشام بن عروہ، اعمش، قتادہ، شعبہ اور عکرمہ وغیرہم مختصراً آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے خاص خاص شیوخ کا ذکر کر رہے ہیں، جن سے آپ نے مدتوں استفادہ کیا ہے۔

تلامذہ:

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہزار کے قریب شاگرد تھے، جن میں چالیس افراد بہت ہی جلیل المرتبت تھے اور وہ درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے مشیرِ خاص بھی تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: "امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، امام حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ، امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ۔

اہم تصانیف امام اعظم

آپ رضی اللہ عنہ کی چند مشہور کتب درج ذیل ہیں:

الفقه الأكبر۔ الفقه الأبسط۔ العالم والمتعلم۔ رسالة الإمام أبي حنيفة إلى عثمان البتي۔ وصية الامام أبي حنيفة۔ المقصود في علم التصريف۔ كتاب الوصية

لجميع الأمة- الوصية لعثمان البستي- كتاب الوصية لأبي يوسف- الوصية لأصحابه الكبار- الرساله الى نوح بن مريم-

امام ابو حنیفہ کے بارے میں علمائے امت کے اقوال:

* امام علی بن صالح (متوفی ۱۵۱ھ) نے امام ابو حنیفہ کی وفات پر فرمایا: عراق کا مفتی اور فقیہ گزر گیا۔ (مناقب ذہبی، ص ۱۸)
* امام مسعر بن کدام (متوفی ۱۵۳ھ) فرماتے تھے کہ کوفہ کے دو کے سوا کسی اور پر رشک نہیں آتا: ایک امام ابو حنیفہ اور اور ان کا فقہ، دوسرے شیخ حسن بن صالح اور ان کا زہد و قناعت۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۳۲۸)
* ملک شام کے فقیہ و محدث امام اوزاعی (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ پیچیدہ مسائل کو سب اہل علم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ (مناقب کردی، ص ۹۰)
* امام داؤد الطائی (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کے پاس وہ علم تھا، جس کو اہل ایمان کے دل قبول کرتے ہیں۔ (الخیرات الحسان، ص ۳۲)
* امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۷ھ) کے پاس ایک شخص امام ابو حنیفہ سے ملاقات کر کے آیا۔ امام سفیان ثوری نے فرمایا: تم روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آرہے ہو۔ (الخیرات الحسان، ص ۳۲)
* امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان، ص ۲۸)
* امام وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے بڑا فقیہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔

* امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) ، امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی احادیث کے حافظ بھی تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ سے بہت ساری احادیث سنی ہیں۔ (جامع بیان العلم، علامہ ابن عبد البر، ج ۲، ص ۱۴۹)

* امام سفیان بن عینیہ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے ابو حنیفہ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ دو چیزوں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ شہر کوفہ سے باہر نہ جائیں گی مگر وہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ گئیں۔ ایک امام حمزہ کی قرأت اور دوسری ابو حنیفہ کا فقہ۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۴۷)

* امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہم سب علم فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ جو شخص علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہے، وہ امام ابو حنیفہ کا محتاج ہو گا۔ (تاریخ بغداد، ج ۲۳، ص ۱۶۱)

* امام بخاری کے استاذ امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ پرہیزگار، عالم آخرت کے راغب اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ، شیخ موفق بن احمد مکی)

* امام موفق بن احمد مکی، امام بکر بن محمد زرنجری (متوفی ۱۵۲ھ) کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے " کتاب الآثار " کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔ (مناقب امام ابی حنیفہ)

* عبد اللہ بن ابی داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " اہل اسلام پر فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کیلئے دعا کریں۔

امام صاحب کی اولاد:

امام صاحب کی اولاد کا مفصّل حال معلوم نہیں مگر اس قدر یقینی ہے کہ وفات کے وقت حماد کے سوا کوئی اولاد نہ تھی۔ حماد بڑے رُتبہ کے فاضل تھے، بچپن میں ان کی تعلیم نہایت اہتمام سے ہوئی تھی چنانچہ جب الحمد ختم کی تو ان کے پدرِ بزرگوار نے اس تقریب میں مُعلّم کو پانچ سو درہم نذر کیے۔ بڑے ہوئے تو خود امام صاحب سے مراتبِ علمی کی تکمیل کی۔ علم و فضل کے ساتھ بے نیازی اور پرہیزگاری میں بھی باپ کے خلف الرشید تھے۔ تمام عمر کسی کی ملازمت نہیں کی نہ شاہی دربار سے کچھ تعلق پیدا کیا۔ ذیقعدہ ۱۷۶ھ میں قضا کی۔ چار بیٹے چھوڑے عمر، اسمٰعیل، ابوحیان اور عثمان۔

امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل نے علم و فضل میں نہایت شہرت حاصل کی۔ چنانچہ مامون الرشید نے اُن کو عہدۂ قضا پر مامور کیا، جس کو انہوں نے اس دیانت داری اور انصاف سے انجام دیا کہ جب بصرہ سے چلے تو سارا شہر ان کو رخصت کرنے کو نکلا اور سب لوگ اُن کے جان و مال کو دعائیں دیتے تھے۔

وفات حسرت آیات:

شب برات یعنی پندرہ شعبان کی رات 767ء/ 150ھ بغداد، عراق میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ خیزران کے مقبرہ کے مشرق کی جانب دفن ہوئے۔

آپ کی وفات پر ائمہ کرام کا اظہارِ رنج و ملال:

اس دَور کے ائمہ اور فضلاء نے آپ کی وفات پر بڑے رنج کا اظہار کیا۔

- ابن جریج مکہ میں تھے سن کر فرمایا: "بہت بڑا عالم جاتا رہا"
- شعبہ بن الحجاج نے کہا: "کوفہ میں اندھیرا ہو گیا"

♣ عبداللہ بن مبارک بغداد آئے تو امام کی قبر پر گئے اور رو کر کہا: "افسوس تم نے دنیا میں کسی کو جانشین نہ چھوڑا"

♣ سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے مزار پاک پر ایک عالیشان قبہ بنوایا اور اسکے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا، نہایت شاندار لاجواب عمارت بنوائی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علماء و عمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ "مشہد ابو حنیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا، جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دار العلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔

علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

لفظ نعیمی سنتے ہی فوراً علمی قد و قامت رکھنے والی شخصیات کا تصوّر حاشیہ خیال میں آتا ہے اور کیوں نہ آئے کہ خود نعیمیوں کے سرتاج یعنی صدر الافاضل، فخر الاماثل، مفسرِ قرآن، علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین محدّث مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ)، جو علم و عرفاں کا کوہِ ہمالیہ تھے۔ ذیل کے صفحات میں اسی "دُرِ نعیم" سے وابستہ نعیمی حضرات میں سے ایک نہایت بلند و بالا شخصیت، اہلِ سنت کے ان چند گنے چنے ابتدائی افراد میں سے جنہوں نے اردو تراجم کی داغ بیل ڈالی، میری مراد: مصنّف و مترجم کتبِ کثیرہ، حضرت علامہ مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء بمطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ کو محلہ شہری سرائے، مرادآباد، انڈیا میں پیدا ہوئے۔

نسب:

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے والد گرامی کا اسم: صوفی سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری اشرفی نعیمی ہے۔ آپ حضرت سید خدابخش صاحب مجدّدی چشتی فخری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں، جو کاکاخیل سادات کے مشہور و معروف اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

تعلیم و تربیت:

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے زیر سایہ حاصل کی اور پھر چونکہ والد گرامی کو صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی اور اپنے دینی اور دنیاوی تمام اُمور کے لئے آپ صدر الافاضل ہی کی طرف رُجوع کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی باقاعدہ تعلیم و تربیت دس سال کی عمر میں (۱۹۳۳ء) حضرت صدر الافاضل ہی کے زیر سایہ شروع کی گئی۔ یوں آپ مراد آباد کی مشہور علمی و دینی درس گاہ جامعہ نعیمیہ میں تشریف لے گئے، جہاں تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہما علم و عرفاں کے گوہر ہائے بے بہا لوٹا کر تشنگانِ علوم و فنون کی پیاس بجھا رہے تھے پھر تو کیا تھا آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اسی در کے ہو کر رہ گے۔

تین سال میں آپ نے اردو اور فارسی کی تعلیم مکمل کر لی، ۱۹۳۶ء میں عربی تعلیم کا آغاز کیا۔ آپ کی ہونہاری اور قابلیت دیکھ کر تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ آپ کی تعریف فرماتے اور نہایت شفقت سے پیش آتے، مفتی صاحب اس وقت جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے۔

دورانِ تعلیم آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے حکم سے علمِ طب بھی حاصل کیا اور ۱۹۴۳ء میں طبیہ وہاجیہ کالج لکھنو سے "الحکیم الفاضل" کی سند حاصل کی اور اس کے ساتھ ہی درسِ نظامی کی تکمیل بھی ہو گئی تھی۔

علالتِ شدیدہ اور دستارِ فضیلت:

درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد ابھی دستار بندی نہیں ہوئی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سخت بیمار ہو گئے اور پھر اس بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ دو سال صاحبِ فراش رہے، آپ پر فالج کا سخت حملہ بھی ہوا اور یوں مسلسل کئی ماہ بیماریوں سے لڑنے کے بعد بالآخر اللہ تبارک و تعالی نے آپ کو شفایابی سے نوازا اور پھر ۱۹۴۵ء میں آپ کی دستارِ فضیلت ہوئی۔

تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ تعالی نے تقریباً پچاس/۵۰ کے قریب تصانیف و تالیفات، ترتیبات و تراجم یادگار چھوڑے اور عربی و فارسی کُتُب کا ترجمہ تو انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں فرمایا اور اکثر کتابیں ایسی تھیں کہ اپنے موضوع سخن کے اعتبار سے انتہائی اہم اور خاصی ضخامت لئے ہوئے تھیں لیکن آپ نے ان ضخیم اور اہم کُتُب کا ترجمہ ایسے سلاست و روانی سے فرمایا کہ ترجمہ کے بجائے اصل کتاب کا گمان ہوتا ہے، بہر حال آپ کی تصانیف و تراجم میں سے چند ایک یہ ہیں:

(1) نعیم العطاء فی حدیث المجتبی، اردو ترجمہ الشفاء تعریف حقوق المصطفی (2 جلدیں)

(2) الخصائص الکبری (2 جلدیں)

(3) مدارج النبوۃ (2 جلدیں)

(4) ماثبت بالسنۃ

(5) کشف المحجوب

(6) دیدار حبیب، اردو ترجمہ بشری الکئیب بلقاء الحبیب

(7) بکھرے موتی، اردو ترجمہ الدرر المنتشرۃ فی احادیث المشترۃ

(8) نجدی مذہب، اردو ترجمہ الصواعق الالٰہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ

(9) نعیم العرفان، اردو ترجمہ تکمیل الایمان

(10) نعیم رسالت

(11) فتاوی صدر الافاضل، مرتبہ

(12) نعیم البیان فی تفسیر القرآن، پہلا پارہ

(13) احقاقِ حق، مرتّبہ

(14) حیاتِ صدر الافاضل

(15) شروح الغیب، اردو ترجمہ فتوح الغیب

(16) والدین مصطفی، اردو ترجمہ مسالک الحنفاء

(17) مناقب امام اعظم، اردو ترجمہ تبییض الصحیفۃ

(18) مواعظ حسنہ

(19) المیلاد النبوی

(20) شواہد النبوۃ

(21) مسئلۃ السماع، اردو ترجمہ اصول السماع

(22) ترجمہ الفقہ الاکبر (ترجمہ ہٰذا آپ کے ہاتھوں میں ہے)

(23) ترجمہ وصایا امام اعظم (ترجمہ ہٰذا بھی آپ کے ہاتھوں میں ہے)

(24) ترجمہ قصیدہ بدء الامالی

(25) رمضان مبارک معزز مہمان یا محترم میزبان: تصنیف از صدر الافاضل، ترتیب از مولانا غلام معین الدین نعیمی، اسے جمعیت اشاعت اہل سنت نے اکتوبر ۲۰۰۶ء کو شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مد ظلہ العالی کے تخریج وتحشیہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

(26) قرۃ العیون ومفرح القلب المحزون، اردو ترجمہ بنام سرور خاطر

سفر آخرت:

انتقال سے چار ماہ قبل آپ پر سحر (جادو) کا حملہ ہوا، بس اس وقت سے آپ دن بدن علیل سے علیل تر ہوتے چلے گئے اور کوئی دوا موثر ثابت نہ ہوئی، بڑے بڑے معالج

آپ کے علاج کے لئے آئے ہر کسی نے یہی کہا کہ مرض کا کچھ پتا نہیں چلتا، بالآخر ۳ /اگست ۱۹۷۱ء کو آپ کو میو ہسپتال داخل کروادیا گیا، جہاں آپ نے دوسرے دن ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۹۱ھ/ ۱۴ اگست ۱۹۷۱ء بروز بدھ دن کے تین بج کر تیس منٹ پر اپنی جان، جانِ آفرین کے سپر کردی۔ آخری وقت آپ رحمۃ اللہ تعالی کی زبان مبارک پر یہ شعر تھا:

چل دیئے باغ سے چمن پیرا... گل وگلزار کا خدا حافظ

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی نمازِ جنازہ مفتی محمد اعجاز ولی خان الرضوی رحمۃ اللہ تعالی نے پڑھائی اور لاہور میں میانی صاحب کے قبرستان میں بہاولپور روڈ پر مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مزار کے پاس آسودہِ خاک ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

الفقه الأكبر

بَيَان أُصُول الْإِيمَان

أصلُ التوحيدِ وما يصحُ الإعتقادُ عليهِ، يجبُ أنْ يقولَ: آمنتُ باللهِ، وملائِكتِهِ، وكتبِهِ، ورُسُلِهِ، واليوم الآخر، والبعثِ بعدَ الموتِ، والقَدرِ خيرِهِ وشرِّهِ منَ اللهِ تعالى، والحسابِ، والميزانِ، والجنةِ، والنارِ حقٌ كُلُّهُ.

وحدانية الله تَعَالَى:

واللهُ تعالى واحدٌ لا مِنْ طريقِ العددِ، ولكنْ من طريقِ أنهُ لا شريكَ لهُ، قل: هو الله أحد الله الصمدلم يَلِدْ ولم يُولدْ، ولم يكنْ لهُ كفُوًا أحَد، لا يُشبهُ شيئًا مِنَ الأشياءِ مِنْ خَلقِهِ، ولا يشبهُهُ شىءٌ مِن خلقِهِ، لم يزلْ ولا يزالُ بأسمائِهِ وصفاتِهِ الذاتيةِ والفِعليّةِ.

الصِّفَات الذاتية والفعلية:

أما الذاتيةُ: فالحياةُ والقدرةُ والعلمُ والكلامُ والسمعُ والبصرُ والإرادةُ.

وأما الفعليةُ: فالتخليقُ والترزيقُ والإنشاءُ والإبداعُ والصنعُ، وغيرُ ذلكَ من صفاتِ الفعلِ، لم يزلْ ولا يزالُ بأسمائه و صفاتِهِ ، لم يحدُثْ لهُ اسمٌ ولا صفةٌ.

صِفَات الله أزلية:

لم يزلْ عالـمًـا بعلمِهِ، والعلمُ صفة فِي الأزلِ. وقادرًا بقدرتِهِ، والقدرةُ صفةٌ في الأزَلِ.ومتكلما بكلامه،والكلام صفة في الأزل. وخالِقًا بتخليقِهِ، والتخليقُ صفةٌ في الأزلِ. وفاعلاً بفعلِهِ، والفعلُ صفةٌ في الأزلِ، والفاعلُ هوَ اللهُ تعالى،[والفعلُ صفتُهُ في الأزلِ]. والمفعولُ مخلوقٌ، وفعلُ الله تعالى غيرُ مخلوقٍ.

وصفاتُهُ في الأزلِ غيرُ محدثةٍ ولا مخلوقةٍ، فمن قالَ: إنها مخلوقةٌ أو محدثةٌ أو وقفَ أو شكَ فيها، فهوَ كافرٌ باللهِ تعالى.

القَوْل فِي الْقُرْآن:

والقرآنُ كلامُ اللهِ تعالى في المصاحِفِ مكتوبٌ، وفي القلوبِ محفوظٌ، وعلى الألسُنِ مقروءٌ، وعلى النبيِّ عليهِ الصلاةُ والسلامُ مُنــزَّلٌ، ولفظُنا بالقرآنِ مخلوقٌ، وكتابتُنا لهُ مخلوقةٌ، وقراءتُنا لهُ مخلوقةٌ، والقرآنُ غيرُ مخلوقٍ. وما ذكرَهُ اللهُ في القرآنِ حكايةً عن موسى وغيرِهِ منَ الأنبياءِ عليهم الصلاة والسلام، وعن فِرْعَوْنَ وإبليسَ، فإنَّ ذلك كلَه كلامُ الله تعالى إخبارًا عنهم، وكلامُ الله تعالى غيرُ مخلوقٍ، وكلامُ موسى وغيرِهِ منَ المخلوقينَ مخلوقٌ،والقرآنُ كلامُ الله تعالى فهوَ قديمٌ، لا كلامُهُم. وسمِعَ موسى عليه السلام كلامَ الله تعالى كما قال الله تعالى:﴿وكلَّمَ اللهُ موسى تكليمًا ﴾[النساء:١٦٤]وقَدْ كانَ اللهُ تعالى متكلمًا، ولم يكنْ كلمَ موسى عليه السلام، وقدْ كانَ اللهُ تعالى خالقًا في الأزلِ [ولم يخلقْ الخلقَ].فلما كلمَ اللهُ موسى، كلمَهُ بكلامِهِ الذي هوَ لهُ صفةٌ في الأزلِ، وصفاتُهُ كلُها بخلافِ صفاتِ المخلوقينَ يعلمُ لا كعلمِنا،و يَقْدِرُ لا كقدرَتِنا،و يَرَى لا كرؤيَتِنا، ويسمعُ لا كسمعِنا، يتكلمُ لا ككلامِنا.ونحنُ نتكلمُ بالآلاتِ والحروفِ، واللهُ تعالى يتكلمُ

بلا آلات ولاحروفٍ. والحروفُ مخلوقةٌ، وكلامُ الله تعالى غيرُ مخلوقٍ، وهو شيءٌ لا كالأشياءِ، ومعنى الشيءِ إثباتُهُ بلا جسمٍ ولا جوهرٍ ولا عَرَضٍ، ولا حدَّ لهُ، ولا ضدَّ لهُ، ولا ندَّ له، ولا مِثلَ لهُ.

القَوْلُ فِي الصِّفَاتِ:

ولهُ يدٌ ووجهٌ ونفسٌ كما ذكرَهُ اللهُ تعالى في القرآنِ، فما ذكرَهُ اللهُ تعالى في القرآنِ منْ ذكرِ الوجهِ واليدِ والنفسِ فهو لهُ صفات بلا كيفٍ، ولا يقالُ: إنّ يدَهُ قدرتُهُ أو نعمتُهُ؛ لأنّ فيهِ إبطالُ الصفةِ، وهوَ قولُ أهلِ القَدَرِ والإعتزالِ، ولكنْ يدُهُ صفة بلا كيفٍ، وغضبُهُ ورضاهُ صفتانِ من صفاتِهِ تعالى بلا كيفٍ.

القَوْلُ فِي الْقدر:

خلقَ اللهُ تعالى الأشياءَ لا منْ شيءٍ . وكانَ اللهُ تعالى عالـمًا في الأزلِ بالأشياءِ قبلَ كونِـها، وهوَ الذي قدّرَ الأشياءَ وقضاها، ولا يكونُ في الدنيا ولا في الآخرةِ شيءٌ إلا بمشيئتِهِ وعلمِهِ وقضائِهِ وقدرِهِ وكتْبِهِ في اللوحِ المحفوظِ ولكنْ كتبُهُ بالوصفِ لا بالحكمِ. والقضاءُ والقدرُ والمشيئةُ صفاتُهُ في الأزلِ بلا كيفٍ، يعلمُ اللهُ تعالى المعدومَ في حالِ عدمِهِ معدومًا، ويعلمُ أنهُ كيفَ يكونُ إذا أوجدَهُ، ويعلمُ اللهُ تعالى الموجودَ في حالِ وجودِهِ موجودًا، ويعلمُ أنهُ كيفَ يكونُ فناؤُهُ، ويعلمُ اللهُ تعالى القائمَ في حالِ قيامِهِ قائمًا، وإذا قَعَدَ عَلِمَهُ قاعدًا في حالِ قعودِهِ منْ غيرِ أنْ يتغيرَ علمُهُ، أو يحدُثَ لهُ علمٌ، ولكنّ التغيرَ والإختلافَ يحدثُ في المخلوقينَ.

مَا فطر الله عَلَيْهِ النَّاس:

خلقَ الله تعالى الخَلْقَ سليمًا منَ الكفرِ والإيمانِ، ثمَّ خاطبَهُم وأمرهُم ونهاهُم، فكفرَ منْ كفرَ بفعلِهِ وإنكارِهِ وجحودِهِ الحقَّ بخِذلانِ

الله تعالى إياهُ. وآمنَ منْ آمنَ بفعلِهِ وإقرارِهِ وتصديقِهِ بتوفيقِ الله تعالى إياهُ ونصرتِهِ لهُ. أخرجَ ذريةَ آدمَ عليهِ السلامُ من صُلبِهِ على صُوَرِ الذَّرِ، فجعَلَهم عقلاءَ، فخاطبَهُم وأمرَهُم بالإيمانِ ونهاهُم عن الكفرِ،فأقروا لهُ بالربوبيةِ فكانَ ذلكَ منهُم إيمانًا، فهُم يولدونَ على تلكَ الفطرةِ، ومنْ كفرَ بعدَ ذلكَ فقدْ بدّلَ وغيّرَ، ومَنْ آمنَ وصدّقَ فقدْ ثبتَ عليهِ وداومَ. ولم يُجبِرْ أحدًا من خلقِهِ على الكفرِ ولا على الإيمانِ. ولا خلقَهُم مؤمنًا ولا كافرًا، ولكنْ خلقَهُم أشخاصًا، والإيمانُ والكفرُ فعلُ العبادِ،و يعلمُ اللهُ تعالى مَنْ يكفرْ في حالِ كفرِهِ كافرًا، فإذا آمنَ بعدَ ذلكَ علمَهُ مؤمنًا في حالِ إيمانِهِ،وأحبه من غيرِ أنْ يتغيرَ علمُهُ وصفتُهُ. وجميعُ أفعالِ العبادِ منَ الحركةِ والسكونِ كسبُهُم على الحقيقةِ، واللهُ تعالى خالقُها، وهيَ كلُها بمشيئتِهِ وعلمِهِ وقضائِهِ وقَدَرِهِ.

الطّاعَات محبوبة لله والمعاصي غير محبوبة:

والطاعاتُ كلُها ما كانتْ واجبةً بأمرِ الله تعالى وبمحبتِهِ وبِرِضائِهِ وعلمِهِ ومشيئتِهِ وقضائِهِ وتقديرِهِ، والمعاصي كلُّها بعلمِهِ وقضائِهِ وتقديرِهِ ومشيئتِهِ لا بمحبتِهِ ولا برضائِهِ ولا بأمرِهِ.

القَوْل فِي عصمَة الأنْبِيَاء:

والأنبياءُ عليهِمُ الصلاةُ والسلامُ كلُّهُم منزّهونَ عن الصغائرِ والكبائرِ والكفرِ والقبائِحِ وقدْ كانتْ منهُم زلاتٌ وخطايا.

القَوْل فِي الرَّسُول صلى الله عَلَيْهِ وَسلم:

ومحمدٌ عليه الصلاة والسلام حبيبه وعبدُهُ ورسولُهُ و نبيُّهُ وصفيُهُ ونقيه، ولم يعبدِ الصنمَ، ولم يشركْ باللهِ تعالى طرفةَ عينٍ قطّ،ولم يرتكب صغيرة ولاكبيرة قط.

المفاضلة بَين الصَّحَابَة:

وأفضلُ الناسِ بعدَ النبيين عليهم الصلاة والسلام [وفي بعد النسخ: بعدرسولِ الله صلى اللهُ تعالى عليهِ وعلى آلهِ وسلمَ]: أبو بكرٍ الصديقُ رضيَ اللهُ عنهُ، ثم عمرُ بنُ الخطابِ الفاروق ثمَّ عثمانُ بنُ عفانَ ذوالنورين ثم عليُّ بنُ أبي طالبِ المرتضى، رضوانُ الله تعالى عليهِم أجمعين. كانواغابرينَ ثابتين على الحقِّ، ومعَ الحقِّ نتولاهُم جميعًا. ولا نذكرُ [وفي نسخةولا نذكرُ الصحابة] أحدًا من أصحابِ رسولِ الله إلا بخير

لَا يكفر مُسلم بذنب مَا لم يستحله:

ولا نكفرُ مسلمًا بذنبٍ منَ الذنوبِ وإنْ كانتْ كبيرةً إذا لم يستحِلَّهَا، ولا نزيلُ عنهُ اسمَ الإيمانِ ونسمِّيهِ مؤمنًا حقيقةً، ويجوزُ أنْ يكونَ مؤمنًا فاسقًا غيرَ كافرٍ.

ذكر بعض من عقائد اهل السّنة:

والمسحُ على الخفينِ سنةٌ، والتراويحُ في ليالي شهرِ رمضانَ سنةٌ. والصلاةُ خَلفَ كلِّ برٍ وفاجرٍ من المؤمنينَ جائزةٌ. ولا نقولُ إنَّ المؤمنَ لا تضُرُهُ الذنوبُ. ولا نقولُ إنهُ لا يدخلُ النارَ، ولا نقولُ إنهُ يخلدُ فيها وإنْ كانَ فاسقًا بعدَ أنْ يخرجَ منَ الدنيا مؤمنًا، ولا نقولُ إنَّ حسناتِنا مقبولةٌ، وسيئاتِنا مغفورةٌ كقولِ المُرجِئَةِ ولكنْ نقولُ: منْ عَمِلَ حسنةً بجميع شرائِطِها خالية عنِ العيوبِ المفسِدَةِ والمعاني المبطِلَةِ، ولم يبطِلْها بالكفر والردة حتى خرجَ منَ الدُّنيا مؤمنا؛ فإنَّ اللهَ تعالى لا يُضَيِّعُها بلْ يقبَلُها منهُ ويثيبُهُ عليها. وما كانَ منَ السيئاتِ دونَ الشركِ والكفرِ ولمْ يتبْ عنها صاحبها حتى ماتَ مؤمنًا؛ فإنَّهُ في مشيئةِ الله تعالى إنْ شاءَ عذَّبَهُ، وإنْ شاءَ عفا عنهُ ولم يعذِّبْهُ بالنارِ أصلا.

والرياءُ إذا وَقَعَ في عملٍ،بطل:

والرياءُ إذا وَقَعَ في عملٍ منَ الأعمالِ؛ فإنَّهُ يُبْطِلُ أجرَهُ، وكذا العُجْبُ.

آيَات الْأَنْبِيَاء وكرامات الْأَوْلِيَاء حق:

والآياتُ ثابتةللأنبياءِ والكراماتُ للأولياءِ حقٌّ. وأما التي تكونُ لأعدائِهِ مثل إبليسَ وفِرْعَوْنَ والدجالِ مما رويَ في الأخبارِ أنهُ كانَ ويكون لهم، لا نسمّيها آياتٍ ولا كراماتٍ، ولكنْ نسمِّيها قَضاءَ حاجاتهم، وذلكَ لأنَّ اللهَ تعالى يقضِي حاجاتِ أعدائِهِ استدراجًا وعقوبَةً لهم فيغترون به ويزدادونَ طغيانًا و كفرًا، وذلكَ كلُّهُ جائزٌ وممكِنٌ.

رُؤْيَة الله فِي الْآخِرَة:

وكانَ اللهُ خالقًا قبلَ أنْ يَخْلُقَ، ورازقًا قبلَ أنْ يَرزُقَ. واللهُ تعالى يُرى في الآخرَةِ، ويَراهُ المؤمنونَ وهُم في الجنةِ بأعينِ رؤوسِهِم بلا تشبيهٍ ولا كيْفِيَّةٍ ولا يكونُ بينَهُ وبينَ خَلقِهِ مسافَةٌ.

تَعْرِيف الْإِيمَان:

والإيمانُ هوَ الإقرارُ والتصديقُ. وإيمانُ أهلِ السماءِ والأرضِ لا يزيدُ ولا ينقُصُ من جهة المؤمن بها و يزيد و ينقص من جهة اليقين والتصديق.و المؤمنونَ مستوونَ في الإيمانِ والتوحيدِ متفاضلونَ في الأعمالِ.

الْإِسْلَام وَالْإِيمَان والدينُ:

والإسلامُ هو التسليمُ والانقيادُ لأوامِرِ الله تعالى، فمن طريقِ اللغةِ فرقٌ بينَ الإيمانِ والإسلامِ ولكنْ لا يكونُ إيمَانٌ بلا إسلامٍ، ولا

إسلامٌ بلا إيمانٍ، فهما كالظهرِ معَ البطنِ. والدينُ اسمٌ واقعٌ على الإيمانِ والإسلامِ والشرائعِ كُلِّها.

معرفة اللهِ تَعَالَى:

نعرفُ اللهَ تعالى حقَّ معرفتِهِ كما وصفَ الله نفسَهُ في كتابه بجميع صفاته وليس يَقْدِرُ أحدٌ أنْ يعبدَ اللهَ تعالى حقَّ عبادتِهِ كما هوَ أهلٌ له. ولكنَّهُ يعبدُهُ بأمرِهِ كما أَمَرَ بكتابه وسنة رسوله. ويستوي المؤمنونَ كلُّهُمْ في المعرفةِ واليقينِ والتوكلِ والمحبةِ والرضاء والخوفِ والرجاءِ والإيمانِ في ذلك، ويتفاوتونَ فيما دونَ الإيمانِ في ذلكَ كلهِ،واللهُ تعالى متفضلٌ على عبادِهِ عادلٌ، قدْ يُعطِي منَ الثوابِ أضعافَ ما يستوجِبُهُ العبدُ تفضلاً منهُ، وقدْ يُعاقِبُ على الذنبِ عدلاً منهُ، وقدْ يَعفو فضلاً منهُ.

شَفَاعَة الْأَنبِيَاء:

وشفاعةُ الأنبياءِ عليهمُ الصلاةُ والسلامُ حقٌّ، وشفاعَةُ نبينا عليه الصلاةُ والسلامُ للمؤمنينَ المذنبينَ ولأهلِ الكبائرِ منهُم المستوجبينَ العقاب حقٌّ ثابتٌ.

الْمِيزَان والحوض والقصاص:

ووزنُ الأعمالِ بالميزانِ يومَ القيامةِ حقٌّ .وحوض النبي عليه الصلاةُ والسلامُ حق.والقِصاصُ فيما بينَ الخصومِ يومَ القيامةِ حق، وإنْ لم تكنْ لهم الحسناتُ، فطَرْحُ السيئاتِ عليهِم حقٌّ جائزٌ.

الْجَنَّة وَالنَّار لَا تفنيان:

والجنةُ والنارُ مخلوقتانِ اليومَ لا تفنيانِ أبدًا،ولاتموت الحور العين أبداولايفنى عقاب الله تعالى وثوابه سرمدا،واللهُ تعالى يهدِي منْ يشاءُ فضلاً منهُ، ويُضِلُّ منْ يشاءُ عدلاً منه، وإضلالُهُ خِذلانُهُ، وتفسيرُ

الخِذلانِ: أنْ لا يوَفِّقَ العبدَ إلى ما يرضاهُ منْهُ، وهوَ عدلٌ منهُ، وكذا عقوبةُ المخذولِ على المعصيةِ.

الشيطانَ لايسلُبُ الإيمانَ:

ولايجوزأن نقولَ: إنَّ الشيطانَ يسلُبُ الإيمانَ مِنْ عبدِهِ المؤمنِ قهرًا وجبرًا، ولكنْ نقولُ: العبدُ يدَعُ الإيمانَ[فإذا ترَكَهُ] فحينئذٍ يسلبُهُ منهُ الشيطانُ.

عَذاب الْقَبْروسؤالُ الملكين:

وسؤالُ منكرٍ ونكيرٍ حقٌ كائن في القبرِ ، وإعادةُ الروحِ إلى جسد العبدِ في قبرِهِ حقٌ. وضغطةُ القبرِ وعذابُهُ حقٌ كائنٌ للكفارِ كلِهِم ولبعضِ عصاةِ المؤمنين. وكلُّ شيءٍ ذكرَهُ العلماءُ بالفارسيةِ منْ صفاتِ الله تعالى عزاسمهُ فجائزٌ القولُ بهِ، سوَى اليدِ بالفارِسيّةِ، ويجوزُ أنْ يقالَ "بُرُوْى خُدَا"أي: عزوجل، بلا تشبيهٍ ولا كيفيةٍ.

معنى الْقرب والبعد:

وليسَ قربُ الله تعالى ولا بُعدُهُ منْ طريقِ طولِ المسافةِ وقِصَرِها ولكن [وفي نسخة:ولا] على معنى الكرامةِ والهوانِ، والمطيعُ قريبٌ منهُ بلا كيفٍ، والعاصي بعيدٌ عنهُ بلا كيفٍ. والقُربُ والبُعدُ والإقبالُ يقعُ على المنَاجي. وكذلكَ جِوارُهُ في الجنةِ، والوُقوفُ بينَ يَدَيهِ بلا كيفٍ .

القَوْل فِي تفاضل آيات الْقُرآن:

والقرآنُ منـزَّلٌ على رسولِ الله صلى الله عليه وسلم وهو في المُصاحفِ مكتوبٌ، وآياتُ القرآنِ في معنى الكلام كلُّها مستويةٌ في الفضيلَةِ والعظَمَةِ إلا أنَّ لبعضِهَا فضيلَةُ الذكرِ وفضيلَةُ المذكورِ مثلُ آيةِ الكُرسي؛لأنَّ المذكورَ فيها جلالُ الله تعالى وعظمتُهُ وصِفَاتُهُ، فاجتمعتْ فيها فضيلَتَانِ: فضيلةُ الذكرِ، وفضيلَةُ المذكورِ،ولبعضها

فضيلَةُ الذِّكرِ فحَسبُ مثل قصة الكفارِ وليسَ للمذكورِ فيها فضل وهُمُ الكفارُ. وكذلكَ الأسماءُ والصفاتُ كُلُّها مستويةٌ في العظمةِ والفضل لا تفاوُتَ بينَهُما.

القول في إيمان ابي طالب:

[وأبو طالِبٍ عمُّهُ وأبو عليٍ ماتَ كافِرًا].

أَبنَاء رَسُول الله وَبنَاته:

وقاسمٌ وطاهِرٌ وإبراهيمُ كانوا بَنِي رسولِ الله صلى اللهُ تعالى عليهِ وعلى آلهِ وسلمَ، وفاطِمَةُ وزيْنَبُ ورُقيَّةُ وأمُّ كُلثومَ كُنَّ جميعًا بناتِ رسولِ الله صلى اللهُ تعالى عليهِ وعلى آلهِ وسلمَ ورضيَ عَنْهُنَّ.

وإذا أشكلَ على الإنسانِ شيءٌ:

وإذا أشكلَ على الإنسانِ شيءٌ مِنْ دقَائِق علمِ التوحيدِ فينبغِي لهُ أنْ يعتَقِدَ في الحالِ ما هوَ الصوابُ عندَ الله تعالى، إلى أنْ يجِدَ عالـمًا فيسألُهُ، ولا يسعُهُ تأخيرُ الطَلَبِ، ولا يُعْذَرُ بالوقفِ فيهِ، ويَكفُرُ إنْ وَقَفَ.

المعراجِ:

وخَبَرُ المعراجِ حقٌ، فمنْ ردَّهُ فهوَ مبتدِعٌ ضالٌ.

أَشْرَاط السَّاعَة:

وخروجُ الدجالِ، يأجوجَ ومأجوجَ، وطلوعُ الشمسِ منْ مغربِها، ونزولُ عيسى عليهِ السلامُ منَ السماءِ، وسائِرِ علامَاتِ يومِ القيامَةِ على ما وَرَدَتْ بهِ الأخبارُ الصحيحةُ حقٌ كائِنٌ، واللهُ تعالى يَهدي مَنْ يشاءُ إلى صِراطٍ مُستقيمٍ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

ارکانِ اسلام:

توحید کی بنیاد اور جس پر صحتِ اعتقاد کا وجوب ہے،[2] یہ ہے کہ مسلمان کہے: میں ایمان لایا، اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، روز قیامت، مرنے کے بعد اٹھنے، اللہ کی جانب سے تقدیرِ خیر و شر، حساب، میزان اور جنت و دوزخ پر، یہ سب امور حق ہیں۔

اللہ تعالی کی وحدانیت:

اور اللہ تعالی واحد (ایک) ہے، اس کا ایک ہونا گنتی کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ (اے نبی) تم فرمادو! اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی، نہ وہ اپنی مخلوق کی کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ مخلوق میں کوئی چیز اس کے مشابہ ہے۔ وہ اپنے اسماء اور اپنی صفاتِ ذاتی و فعلی کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اللہ تعالی کی صفاتِ ذاتیہ و فعلیہ:

اس کی صفاتِ ذاتی: حیات یعنی ہمیشہ زندہ رہنا اور قدرت یعنی ہر چیز پر قادر ہونا اور علم یعنی ہر چیز کا جاننا اور کلام، سمع، بصر اور ارادہ ہیں۔ یہ سب اس کی ذاتی صفتیں ہیں۔

2۔ جس بات اعتقاد (کی بنیاد) رکھنا درست ہے۔

اور صفاتِ فعلی میں تخلیق یعنی پیدا کرنا، اور ترزیق سب کو روزی دینا، اور انشاء، ابداع اور صنع ہیں (انشاء، ابداع، صنع سب کے معنی از سرِ نو پیدا کرنے کے ہیں کہ اس کے مانند پہلے کوئی چیز نہ ہو) اس کی اور بھی صفاتِ فعلی ہیں، وہ اپنے اسما وصفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کا کوئی نام اور کوئی صفت نو ایجاد نہیں ہے۔

صفاتِ ازلیہ:

وہ اپنے علم سے ہمیشہ سے عالم ہے، علم اس کی ازلی صفت ہے اور وہ اپنی قدرت کے ساتھ قادر اور قدرت ازلی صفت ہے اور اپنے کلام کے ساتھ متکلم ہے اور کلام، ازلی صفت ہے اور اپنی صفت تخلیق کے ساتھ خالق ہے اور تخلیق، ازلی صفت ہے اور اپنے فعل کے ساتھ فاعل ہے اور فعل، ازلی صفت ہے اور فاعل وہ اللہ تعالی ہی ہے اور مفعول یعنی فاعل کا اثر مخلوق ہے اور اللہ تعالی کا فعل غیر مخلوق ہے اور اس کی صفتیں نہ تو نوایجاد ہیں اور نہ وہ مخلوق ہیں، لہذا جو یہ کہے کہ حق تعالی کی صفتیں مخلوق یا محدث یعنی نوایجاد ہیں یا اس میں توقف وشک کرے تو وہ اللہ کا منکر و کافر ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں:

اور قرآن کریم اللہ تعالی کا کلام ہے، جو مصاحف میں لکھا ہوا، سینوں میں محفوظ، زبانوں پر پڑھا جاتا اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم پر نازل ہوا ہے۔ ہمارے وہ الفاظ جن سے ہم قرآن کو ادا کرتے ہیں، مخلوق ہیں اور ہماری وہ تحریر جن سے ہم قرآن کی کتابت کرتے ہیں، مخلوق ہیں اور ہماری وہ قراءت جن سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، مخلوق ہیں اور وہ قرآن کریم جو کلام الہی ہے، وہ غیر مخلوق ہے اور قرآن کریم میں

جو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی حکایتیں مذکور ہیں اور جو فرعون وابلیس کے واقعات بیان کئے گئے ہیں، تو یہ تمام باتیں کلام الٰہی ہیں، جن کی خبریں حق تعالیٰ نے ان کی جانب سے دی ہیں۔ کلام الٰہی تو غیر مخلوق ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر تمام مخلوقات کا کلام مخلوق ہے چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو وہ قدیم ہے، نہ کہ مخلوقات کا کلام۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی سماعت فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾ [النساء: ۱۶۴]

ترجمہ: اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ متکلم تھا درآں حال یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابھی بات بھی نہ کی تھی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ازل میں خالق تھا [درآں حال یہ کہ ابھی مخلوق کو پیدا نہ کیا تھا] پھر جب کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو اس نے اسی کلام سے نوازا جو کہ کلام اس کی ازلی صفت تھی اور یہی حال اس کی تمام صفتوں کا ہے برخلاف مخلوقات کی صفتوں کے کہ وہ حادث و مخلوق ہیں۔

حق تعالیٰ عالم و دانا ہے لیکن ہمارا جیسا علم نہیں۔ وہ قدرت رکھتا ہے لیکن ہماری جیسی قدرت نہیں۔ وہ دیکھتا ہے لیکن ہمارا جیسا دیکھنا نہیں۔ وہ سنتا ہے مگر ہماری جیسی سماعت نہیں۔ وہ کلام فرماتا ہے لیکن ہماری جیسی باتیں نہیں؛ کیوں کہ ہم آلات یعنی زبان ومنہ وغیرہ اور حروف سے بات کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ بغیر آلات وحروف کے کلام فرماتا ہے؛ کیوں کہ تمام حروف مخلوق ہیں اور کلامِ ربانی غیر مخلوق ہے۔

ذات باری تعالی شئی ہے اشیاءِ مخلوقہ کی مانند نہیں اور شئی کے معنی وجود کے ہیں اور اس کے وجود کے لئے نہ جسم وجوہر ہے اور نہ عرض اور نہ اس کے لئے حد ہے اور نہ کوئی اس کا جھگڑالو اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کا کوئی ہم مثل۔

صفات کے بارے میں:

اور اس کے لئے ید، وجہ اور نفس ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا، لہٰذا قرآن کریم میں جو ہاتھ، چہرہ اور جان کا حق تعالی نے ذکر فرمایا ہے تو وہ اس کی بلا کیف صفتیں ہیں اور یہ نہ کہا جائے کہ اس کے ہاتھ سے اس کی قدرت یا اس کی نعمت مراد ہے؛ اس لئے کہ اس طرح کہنے میں صفت کا ابطال ہے اور یہ کہنا قدریوں اور معتزلیوں کا ہے لیکن اس کا ہاتھ اس کی ایسی صفت بلا کیف ہے، جس کی حقیقت سے ہم ناواقف ہیں اور غضب ورضائے الٰہی، اس کی بلا کیف دو صفتیں ہیں۔

تقدیر کے بارے میں:

اللہ تعالی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور یہ تخلیق کسی چیز سے نہیں ہے اور اللہ تعالی ازل میں تمام چیزوں کی تخلیق سے قبل ان سب کا عالم تھا اور اسی کی ذات نے تمام چیزوں کو مقدر فرما کر ان میں اپنا حکم نافذ فرمایا۔ دنیا وآخرت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی مشیت، اس کے علم، اس کی قضاوقدر اور اس کے لوحِ محفوظ میں لکھنے سے باہر ہو لیکن لوحِ محفوظ میں اس کا لکھنا وصف کے ساتھ ہے نہ کہ حکم کے ساتھ اور قضا وقدر اور مشیت یعنی ارادہ بلا کیف اس کی ازلی صفتیں ہیں اور اللہ تعالی ناپید کو اس کے ناپید ہونے کی حالت میں جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ کیسے پیدا ہوگی جبکہ وہ پیدا کریگا اور اللہ تعالی ہر موجود کو جانتا ہے جبکہ وہ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہو اور جانتا ہے

کہ وہ کیونکر فنا ہوگی اور اللہ تعالی ہر قائم کو اس کے قیام کی حالت میں جانتا ہے پھر جب وہ بیٹھے تو اس کے قعود کی حالت میں جانتا ہے بغیر اس بات کے کہ اس کا علم متغیر ہو یا نیا علمِ حادث اسے حاصل ہو؛ کیوں کہ تغیر واختلاف مخلوقات میں حادث ہوتا ہے۔

اللہ تعالی نے لوگوں کو فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا:

اللہ تعالی نے تمام مخلوق کو کفر وایمان سے خالی پیدا کیا پھر ان کو خطاب کیا اور انہیں حکم دیا اور ممانعت فرمائی تو کافر اپنے اختیار وانکار سے حق سے سرکشی کی بنا پر کافر ہوا، یہ کفر اللہ تعالی کا اس کو چھوڑ دینے کے سبب ہے اور مومن ومسلم اپنے اختیار واقرار اور حق کی تصدیق کی بنا پر ایماندار ہوا، یہ ایمان اللہ تعالی کی توفیق اور اس کے لئے اس کی نصرت کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالی نے اولادِ آدم کو ان کی صلب سے ذرات کی صورت میں نکال کر صاحبِ عقل بنایا، پھر خطاب فرما کر انہیں ایمان کا حکم دیا اور کفر سے منع فرمایا تو ان سب نے ربوبیت کا اقرار کیا، بنابریں اولادِ آدم میں سے کچھ ایماندار ہوئے پھر وہ اسی فطرتِ ایمانی پر پیدا ہوتے رہے، اس کے بعد جنہوں نے کفر کیا تو انہوں نے فطرتِ ایمانی میں تغیر وتبدل کیا اور جو ایمان لایا اور تصدیق کی تو اس نے مداومت اور ثباتِ قدمی کا ثبوت دیا۔

اور اللہ تعالی اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ کفر پر جبر کرتا ہے اور نہ ایمان پر، اور کسی آدمی کو خلقۃً نہ مومن پیدا کیا اور نہ ہی کافر؛ لیکن ان کو خالص آدمی پیدا کیا۔ ایمان وکفر بندوں کا فعل ہے۔ اللہ تعالی جانتا ہے کہ اپنے کفر کی حالت میں کون بندہ کفر کرتا ہے، اس کے بعد بندہ جب ایمان لاتا ہے تو اس کے ایمان کی حالت کو بھی وہ جانتا ہے اور اسے دوست رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس کے علم وصفت میں کوئی تغیر

واقع ہو۔ بندوں کے تمام افعال اور حرکت وسکون اوران کی تمام کمائیوں کا پیدا کرنے والا حقیقۃ اللہ تعالی ہے اور سب کے سب اس کی مشیت، اس کے علم اور اس کے قضاوقدر سے ہیں۔

نیکیاں اللہ تعالی کو پسند ہیں اور گناہ ناپسند:

اور تمام نیکیاں اللہ تعالی کے حکم، اس کی محبت ورضا، اس کے علم وارادہ اور اس کے قضاوقدر سے ثابت ہیں اور تمام بدیاں اس کے علم، اس کے قضاوقدر اور اس کی مشیت سے ہیں۔ اس کی محبت، اس کی رضا اور اس کا حکم ان سے متعلق نہیں ہے۔

عصمتِ انبیا کا بیان:

تمام انبیاے کرام علیہم الصلوۃ السلام صغائر وکبائر اور کفر وقبائح سے پاک ومنزہ ہیں۔ اتفاقاً ان سے لغزشیں اور خطائیں صادر ہوئی ہیں۔

رسول علیہ السلام حبیبِ خدا ہیں.....:

اور سیدِ عالم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حبیب، اس کے بندے، اس کے رسول، اس کے نبی، اس کے صفی اور اس کے نقی ہیں۔ آپ نے پلک جھپکنے کے برابر کبھی بھی نہ بتوں کی پرستش کی اور نہ اللہ تعالی کا شریک گردانا اور نہ کسی وقت کبھی صغیرہ وکبیرہ کا ارتکاب کیا۔

صحابہ میں باہم افضیلت:

انبیاے کرام علیہم الصلوۃ ولسلام کے بعد تمام لوگوں میں افضل، حضرت ابو بکر صدیق، پھر عمر بن خطاب فاروقِ اعظم، پھر عثمان بن عفان ذوالنورین، پھر علی بن ابی طالب المرتضی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہیں۔ یہ سب کے سب عبادت

گزار اور حق پر ثابت قدم اور حق کے ساتھ رہنے والے تھے۔ ہم ان سب سے محبت رکھتے ہیں اور ہم کسی صحابیِ رسول اللہ کا ذکر، خیر کے سوا نہیں کرتے۔

گناہ کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر نہیں جب تک کہ اسے حلال نہ جانے:

اور نہ کسی گناہ کے سبب کسی مسلمان کی ہم تکفیر کرتے ہیں اگرچہ وہ گناہِ کبیرہ ہو بشرطیکہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانتا ہو اور اس سے ہم ایمان کے نام کو دور نہیں کرتے اور ہم ایسے کو حقیقی مومن کا نام دیتے ہیں اور جائز ہے کہ مومن فاسق، غیرِ کافر ہو۔

بعض عقائدِ اہل سنت کا بیان:

خفین یعنی چمڑے یا دبیز (موٹے) موزے پر مسح کرنا سنت ہے اور ماہِ رمضان کی راتوں میں تراویح سنت ہے اور ہر نیک وبد مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور ہم نہیں کہتے کہ مسلمان کو معاصی نقصان نہیں پہنچاتے اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ گنہگار جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا اگرچہ وہ فاسق ہو بشرطیکہ وہ دنیا سے ایماندار گیا ہو اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہمارے گناہ مغفور ہیں جیسا کہ مرجیہ کا قول ہے لیکن ہم کہتے ہیں: جس نے نیک عمل کیا اور اس کی تمام شرائط کو بجالایا اور وہ فاسد کرنے والے عیوب اور باطل کرنے (والے) معانی سے خالی ہے اور اسے کفر ورِدَّت کے ساتھ باطل نہیں بنایا؛ یہاں تک کہ دنیا سے مومن و مسلم رخصت ہوا تو اللہ تعالی اس کے عملِ نیک کو ضائع نہ فرمائے گا بلکہ اسے قبول کرکے اس کا اجر وثواب اسے عنایت فرمائے گا۔ شرک وکفر سے نیچے کسی قسم کا گناہ ہو اور گنہگار مومن و مسلم نے مرتے وقت اس سے

توبہ نہ کی ہو تو وہ اللہ تعالی کی مشیت وارادہ کے تحت ہے، چاہے وہ اسے جہنم کا عذاب دے اور چاہے اسے اس سے معافی دے اور سرے سے اسے جہنم کا عذاب ہی نہ دے۔

ریا عمل کو باطل کر دیتی ہے:

رِیا اور نمود جب کسی عمل میں واقع ہو جاتا ہے تو وہ اس کے اجر کو باطل کر دیتا ہے اور یہی حال عُجبْ اور تکبر کا ہے۔

معجزاتِ انبیاو کراماتِ اولیا حق ہیں:

انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے معجزات ثابت ہیں اور اولیائے کرام کے لئے کرامات حق ہیں لیکن وہ خلافِ عادت کام جو خدا کے دشمنوں سے صادر ہوئے ہیں جیسے: شیطان، فرعون اور دجال وغیرہ سے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ان سے ایسے ہوا اور ایسے ہوگا تو ان کو ہم نہ معجزہ کا نام دیں گے اور نہ کرامات کہیں گے بلکہ ہم ان کو ان کے لئے قضائے حاجات کا نام دیں گے اور ہمارا یہ نام دینا اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالی اپنے دشمنوں کے لئے دنیا میں بطریقہ ٔ استدراج اور آخرت میں ان کے عذاب کے لئے حاجتوں کو پورا فرماتا ہے تو وہ اپنے جی میں خوش ہوتے ہیں اور طغیانی و کفر میں اور زیادتی کرتے ہیں اور یہ سب جائز و ممکن ہے۔

آخرت میں دیدارِ الٰہی کا بیان:

اور اللہ تعالی آفرینش عالم سے قبل خالق اور اعطائے رزق سے قبل رازق تھا اور اللہ تعالی آخرت میں اپنا دیدار کرائے گا اور تمام مسلمان اس کی رویت سے سرفراز

ہوں گے درآں حال یہ کہ وہ جنت میں چشم سر سے بلا تشبیہ و بلا کیف دیکھیں گے اور اللہ تعالی اور اس کی مخلوق کے درمیان دوری نہ ہو گی۔

ایمان کی تعریف:

ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے اور آسمان وزمین والوں کا ایمان، مومن بہ کے اعتبار سے نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ، البتہ یقین و تصدیق کے اعتبار سے کم وزیادہ ہوتا ہے۔ تمام مسلمان ایمان و توحید میں سب برابر ہیں، البتہ اعمال میں متفاضل ہیں۔

اسلام، ایمان اور دین:

اور اسلام اللہ تعالی کے حکموں کے آگے تسلیم وانقیاد کا نام ہے لہٰذا لغت کے اعتبار سے ایمان واسلام کے درمیان فرق ہے لیکن ایمان بغیر اسلام کے نہیں ہوتا ہے اور نہ اسلام بغیر ایمان کے پایا جاتا ہے گویا یہ دونوں ابرہ واستر کی مانند ہیں اور دین، ایمان واسلام اور پوری شریعت کا نام ہے۔

اللہ تعالی کی پہچان:

ہم اللہ کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اس کی معرفت کا حق ہے، جس طرح کہ اس نے اپنی کتاب (قرآن) میں اپنی ذات کی اپنی تمام صفات کے ساتھ توصیف فرمائی اور کوئی بندہ اس کی قدرت نہیں رکھتا جیسا کہ اس کی عبادت کا حق ہے اور جس کا وہ مستحق ہے، اس کی عبادت کر سکے لیکن اس کے حکم سے اس کی عبادت کرے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی سنت میں حکم دیا ہے۔

تمام مسلمان معرفت، یقین، توکل، محبت، رضا، خوف، امید اور اس میں (ان سب باتوں پر) ایمان رکھنے میں برابر ہیں اور ایمان کے سوا، ان سب باتوں میں وہ متفاوت ہیں۔ اللہ تعالی اپنے بندوں پر فضل فرمانے والا عادل ہے، کبھی وہ اپنے بندے کے استحقاق سے زیادہ اپنے فضل سے کئی گنا بڑھا کر اسے ثواب عنایت فرماتا ہے اور کبھی گناہ پر اپنے عدل سے عقاب کرتا ہے اور کبھی اپنے فضل سے معاف فرماتا ہے۔

شفاعتِ انبیا حق ہے:

انبیا علیہم السلام کی شفاعت حق ہے اور ہمارے نبی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگار مسلمانوں اور ایسے اہلِ کبائر مسلمانوں کے لئے جو مستوجبِ عقاب ہیں، حق و ثابت ہے۔

میزان، حوضِ کوثر اور قصاص:

اور روزِ قیامت میزان میں اعمال کا تولنا حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض حق ہے اور جھگڑنے والے لوگوں کے درمیان نیکیوں کے ساتھ بدلہ دینا حق ہے اور اگر ان کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو ان کے نامہِ اعمال میں بدیاں شامل کر دینا حق و جائز ہے۔

جنت و دوزخ کبھی فنا نہ ہوں گے:

اور جنت و جہنم دونوں آج بھی پیدا شدہ ہیں، یہ دونوں کبھی ناپید و فنا نہ ہوں گے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کبھی نہ مریں گی اور اللہ تعالی کا عذاب اور اس کا ثواب کبھی فنا نہ ہوگا اور اللہ تعالی اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل سے قعرِ ضلالت میں ڈال دیتا ہے اور اس کا قعرِ ضلالت میں ڈالنا،

اس کا چھوڑنا اور خذلان ہے اور "خذلان" کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی رضا وخوشنودی کی طرف توفیق نہ دے اور یہ اس کا عدل وانصاف ہے، اسی طرح معاصی پر مخذول پر عقاب کرتا ہے۔

شیطان ایمان سلب نہیں کر سکتا:

اور ہم یہ کہنا جائز نہیں رکھتے کہ شیطان بندۂ مومن سے ایمان کو جبر وقہر کے ساتھ سلب کر لیتا ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب ایمان چھوڑ دیتا ہے تو شیطان اس وقت اس سے ایمان کو لے اڑتا ہے۔

عذابِ قبر اور سوالِ منکر نکیر:

منکر نکیر کا سوال حق ہے، جو قبر میں ہوں گے اور بندے کے جسم میں روح کو لوٹانا اس کی قبر میں حق ہے اور قبر کا بھینچنا اور اس کا عذاب حق ہے، یہ تمام کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے ہے اور ہر وہ شے جسے علماء نے فارسی زبان میں صفاتِ باری تعالیٰ عز اسمہ سے بیان کیا ہے تو اس کا بولنا جائز ہے سوائے ید کے کہ اسے فارسی میں بولنا جائز نہیں ہے اور جائز ہے کہ روئے خدا عز وجل بغیر تشبیہ وبلا کیف کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے قریب وبعید ہونے کا مطلب:

اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا اور اس سے دور ہونا باعتبارِ طولِ مسافت اور قلتِ مسافت نہیں ہے لیکن یہ باعتبار کرامت واہانت ہے اور بندۂ مطیع بلا کیف اس سے قریب ہے اور بندۂ عاصی بلا کیف اس سے دور ہے اور نزدیکی، دوری اور سامنے ہونا

مناجات کرنے والے کے لئے بولا جاتا ہے اور یہی حال جنت میں ہمسائیگی اور اس کے سامنے کھڑے ہونے کے بلا کیفیت کے ہیں۔

قرآنی آیات میں فضیلت کا بیان:

اور قرآنِ کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اور وہ مصاحف میں مکتوب ہے اور قرآن کی تمام آیتیں کلام کے معنی میں باعتبارِ فضیلت و عظمت سب برابر ہیں، البتہ بعض آیاتِ قرآنیہ کے لئے ذکر کی فضیلت اور مذکور کی فضیلت دونوں مروی ہیں جیسا کہ آیۃ الکرسی؛ کیوں کہ اس میں اللہ تعالی کی ہیبت، عظمت اور اس کی صفتوں کو بیان کیا گیا ہے، لہذا اس آیت میں دونوں فضیلتیں یعنی فضیلتِ ذکر اور فضیلتِ مذکور مجتمع ہیں۔ بعض آیتوں میں صرف فضیلتِ ذکر ہے جیسا کہ کفار کے قصے اور اس میں مذکور کے لئے کوئی فضیلت نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ کفار ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالی کے تمام اسماء وصفات، عظمت وفضیلت میں برابر ہیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ایمان ابو طالب کے بارے میں:

[اور آپ علیہ السلام کے چچا اور حضرت علی کے والد ابو طالب کی موت کفر پر واقع ہوئی۔]

رسول علیہ السلام کی اولادِ پاک:

حضرت قاسم، طاہر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند تھے اور سیدہ فاطمہ، رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔

جب کسی چیز کے بارے میں اشکال ہو:

اور جب انسان کو علمِ توحید کے دقائق میں کچھ اشکال پیش آئیں تو اسے لازم ہے کہ فی الحال اسی پر اعتقاد رکھے، جو عنداللہ حق وصواب ہے؛ یہاں تک کہ جب کوئی عالم مل جائے تو اس سے دریافت کرلے اور تردد کے وقت طلب میں تاخیر کی گنجائش نہیں ہے اور اس حالت میں توقف کرنا عذر نہیں ہے، اگر توقف کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔

واقعۂ معراج کا بیان:

اور معراج کا واقعہ حق ہے اور جو اس کا انکار کرے، وہ مبتدع و گمراہ ہے۔

قیامت کی نشانیاں:

اور دجال کا نکلنا، یاجوج وماجوج کا خروج، مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمانا اور روزِ قیامت کی وہ تمام نشانیاں جو احادیثِ صحیحہ میں آئی ہیں، حق ہیں اور ہونے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے، صراطِ مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے۔

تمام شدہ

۱۲/اکتوبر، ۱۹۶۷ء/۷/رجب المرجب، ۱۳۸۷ھ، پنجشنبہ

متن وصية الإمام أبي حنيفة

(هذا كتاب الوصية من الإمام الأجل الأعظم أبي حنيفة لأصحابه رضوان الله عليهم أجمعين لما مرض أبوحنيفة رحمه الله قال:)

اعلموا يا أصحابي و إخواني أن مذهب أهل السنة والجماعة على اثنتي عشرة خصلة، فمن كان يستقيم على هذه الخصال لا يكون مبتدعا، ولا صاحب هوى، فعليكم بهذه الخصال حتى تكونوا في شفاعة سيدنا محمد عليه الصلاة والسلام.

الأولى: الإيمانُ إقرارٌ باللسان وتصديقٌ بالجَنان، والإقرارُ وحدَه لا يكونُ إيماناً؛ لأنه لو كان إيماناً لكانَ المنافقونَ كلّهم مُؤمِنين، وكذلك المعرفةُ وحدها لا تكونُ إيماناً؛ لأنه لو كانت إيماناً لكانَ أهلُ الكتابِ كلّهم مُؤمِنين، قال الله تعالى في حقِّ المنافقين: ﴿والله يَشْهَدُ إنَّ المُنافِقِينَ لَكَاذِبُونَ﴾[المنافقون:١]، وقال في حقِّ أهلِ الكتاب: ﴿الذينَ آتَيْنَاهُمُ الكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾[البقرة: ١٤٦].

والإيمانُ لا يزيدُ ولا ينقُصُ؛ لأنه لا يُتصوَّرُ نقصانُهُ إلا بزيادةِ الكُفرِ، ولا تُتصوَّرُ زيادتُهُ إلا بنُقصانِ الكُفرِ، وكيف يجوزُ أن يكونَ الشخصُ الواحدُ في حالةٍ واحدةٍ مؤمناً وكافراً؟!

والمؤمنُ مؤمنٌ حقّاً، والكافرُ كافرٌ حقّاً، وليسَ في الإيمانِ شكّ، كما أنه ليس في الكُفرِ شكّ، لقوله تعالى: ﴿أولئِكَ هُمُ المُؤمِنُونَ

حقاً﴾[الأنفال:٤]،و﴿أولئِكَ هُمُ الكافِرُونَ حقاً ﴾[النساء:١٥١]، والعاصون من أمةِ محمدٍ صلى الله عليه وسلم كلّهم مؤمنون وليسوا بكافرين.

والعَمَلُ غيرُ الإيمانِ، والإيمانُ غيرُ العملِ، بدليلِ أنَّ كثيراً من الأوقاتِ يَرتَفِعُ العملُ عن المُؤمِنِ، ولا يجوزُ أن يُقال: ارتَفَعَ عنه الإيمانُ؛ فإنَّ الحائِضَ رَفَعَ اللهُ سبحانه وتعالى عنها الصَّلاةَ، ولا يجوزُ أن يُقال: رفَعَ عنها الإيمانَ وأمَرَها بتَرْكِ الإيمانِ، وقد قالَ لها الشَّارعُ: دَعِي الصَّومَ ثمَّ اقضِيهِ، ولا يجوزُ أن يُقال: دَعِي الإيمانَ ثمَّ اقضِيهِ، ويجوزُ أن يُقال: ليس على الفقيرِ الزكاة، ولا يجوزُ أن يُقال: ليس على الفقيرِ الإيمانُ.

وتقديرُ الخيرِ والشرِّ كلِّه من الله تعالى؛ لأنه لو زعمَ أحدٌ أنَّ تقديرَ الخيرِ والشَّرِّ مِن غيرِه لصارَ كافراً بالله تعالى وبَطَلَ توحيدُهُ.

والثاني: نُقِرُّ بأنَّ الأعمالَ ثلاثةٌ: فريضةٌ وفضيلةٌ ومعصيةٌ.

فالفريضةُ بأمرِ الله ومشيئتِه ومحبَّتِه ورِضاه وقضائِه وقَدَرِه وتخليقِه وحُكمِه وعِلمِه وتوفيقِه وكتابتِه في اللوح المحفوظ .

والفضيلةُ ليست بأمرِ الله تعالى، ولكن بمشيئتِه ومحبَّتِه ورضاه وقضائِه وقَدَرِه وحُكمِه وعِلمِه وتوفيقِه وتخليقِه وكتابتِه في اللوح المحفوظ.

والمعصيةُ ليست بأمْرِ الله ولكنْ بمشيئتِه لا بمحبَّتِه، وبقضائِه لا برِضاه،وبتقديرِه لا بتوفيقِه، وبخُذلَانِه وعِلمِه وكتابتِه في اللوح المحفوظ.

والثالث: نُقِرُّ بأن الله تعالى على العَرشِ استوى ، من غيرِ أن تكونَ له حاجةٌ واستقرارٌ عليه ، وهو حافِظُ العَرشِ وغيرِ العرشِ من غير احتياجٍ، فلو كان مُحتاجاً لَمَا قَدَرَ على إيجادِ العالَمِ وتدبيرِه

كالمخلوقين، ولو كان محتاجاً إلى الجلوس والقرار فقبلَ خَلْقِ العرشِ أين كان الله؟ تعالى اللهُ عن ذلك علوّاً كبيراً.

والرابع: نقرُّ بأن القرآنَ كلامُ الله غيرُ مخلوق ووحيُه وتنزيلُه، لا هو ولا غيرُه، بل هو صفتُه على التحقيق، مكتوبٌ في المصاحف، مقروءٌ بالألسنة، محفوظٌ في الصدور، غيرُ حالّ فيها، والحِبرُ والكاغَدُ والكتابةُ كلّها مخلوقةٌ؛ لأنها أفعالُ العباد، وكلامُ الله سبحانه وتعالى غيرُ مخلوق؛لأنَّ الكتابةَ والحروفَ والكلماتِ والآياتِ دلالةُ القرآن لحاجة العباد إليها، وكلامُ الله تعالى قائمٌ بذاته، ومعناه مفهومٌ بهذه الأشياء، فمَن قال: بأن كلام الله تعالى مخلوقٌ فهو كافرٌ بالله العظيم، والله تعالى معبودٌ لا يزال عمّا كان، وكلامُه مقروءٌ ومكتوبٌ ومحفوظٌ من غير مزايلةٍ عنه.

والخامس: نقرُّ بأنَّ أفضلَ هذه الأمّة بعد نبيِّنا محمدٍ صلى الله عليه وسلم: أبو بكرٍ الصِّدِّيقُ، ثم عمرُ، ثم عثمانُ،ثم عليٌّ رضوان الله عليهم أجمعين، لقوله تعالى:﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ * أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ * فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ [الواقعة:١٠-١٢] ،وكلّ مَن كان أسبَقَ فهو أفضَلُ، ويُحبُّهم كلّ مؤمنٍ تقيٍّ، ويُبغِضُهم كلُّ منافقٍ شقيٍّ.

السادس: نقرُّ بأن العبدَ مع أعمالِه وإقرارِه ومعرفتِه مخلوقٌ، فلمّا كان الفاعلُ مخلوقاً فأفعالُه أولى أن تكون مخلوقةً.

والسابع: نقرُّ بأنَّ اللهَ تعالى خلقَ الخلقَ ولم يكن لهم طاقةٌ؛لأنهم ضعفاءُ عاجِزون، واللهُ خالِقُهم ورازِقُهم،لقوله تعالى:﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾[الروم:٤٠]، والكَسْبُ حلالٌ، وجَمعُ المالِ من الحلال حلالٌ، وجمعُ المالِ من الحرام حرامٌ.

والناسُ على ثلاثة أصنافٍ: المؤمِنُ المُخلِصُ في إيمانه، والكافِرُ الجاحِدُ في كُفرِه، والمُنافِقُ المُداهِنُ في نِفاقِه. واللهُ تعالى فرَضَ على المُؤمِنِ العملَ، وعلى الكافرِ الإيمانَ، وعلى المُنافقِ الإخلاصَ، لقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ﴾ [النساء: ١]، يعني: أيها المؤمنون أطيعوا ، وأيها الكافرون آمِنوا، وأيها المنافقون أخلِصوا.

والثامن: نقرُّ بأن الاستطاعةَ مع الفِعلِ، لا قبلَ الفعلِ ولا بعدَ الفِعلِ؛ لأنه لو كان قبلَ الفِعلِ لكان العَبدُ مُستغنياً عن الله تعالى وقتَ الحاجة، وهذا خِلافُ حُكمِ النصِّ، لقوله تعالى: ﴿واللهُ الغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الفُقَرَاءُ﴾ [محمد: ٣٨]، ولو كان بعدَ الفِعلِ لكان من المحال؛ لأنه حصولٌ بلا استطاعةٍ ولا طاقةٍ.

والتاسع: نُقِرُّ بأن المسحَ على الخُفَّينِ واجبٌ للمُقيم يوماً وليلةً، وللمسافر ثلاثةَ أيامٍ ولياليها؛ لأن الحديث ورد هكذا، فمَن أنكره يُخشى عليه الكفرُ؛ لأنه قريبٌ من الخبر المُتواتر، والقَصْرُ والإفطارُ في السَّفرِ رُخصةٌ بنصِّ الكتاب، لقوله تعالى: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلاةِ﴾ [النساء: ١٠١]، وفي الإفطار قوله تعالى: ﴿فَمَن كَانَ مِنكُمْ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ١٨٤].

والعاشر: نقرُّ بأن الله تعالى أمرَ القَلَمَ بأن يكتُبَ، فقال القلمُ: ماذا أكتُبُ يا ربِّ؟! فقال الله تعالى: اكتُبْ ما هو كائنٌ إلى يوم القيامة، لقوله تعالى: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ * وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ﴾ [القمر: ٥٢-٥٣].

والحادي عشر: نقرُّ بأن عذابَ القبرِ كائنٌ لا محالة، وسؤالَ مُنكَرٍ ونكيرٍ حقٌّ لورود الأحاديث، والجنَّةَ والنارَ حقٌّ، وهما مخلوقتان لأهلهما، لقوله تعالى في حقِّ المؤمنين: ﴿أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾[آل عمران: ١٣٣] وفي حقِّ الكفرة: ﴿أُعِدَّتْ لِلكافِرِينَ﴾[البقرة: ٢٤،آل عمران: ١٣١]،خلقهما اللهُ للثواب والعقاب، والميزانَ حقٌّ لقوله تعالى: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾[الأنبياء: ٤٧]،وقراءةَ الكُتُبِ حقٌّ لقوله تعالى: ﴿اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيباً﴾[الإسراء: ١٤].

والثاني عشر: نقرُّ بأنَّ اللهَ تعالى يُحيي هذه النُّفُوسَ بعدَ الموتِ، ويَبعَثُهم في يومٍ كان مِقدارُه خمسينَ ألفَ سنةً للجزاءِ والثوابِ وأداءِ الحقوقِ، لقوله تعالى: ﴿وَأَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾[الحج: ٧].

ولقاءُ الله تعالى لأهلِ الجنَّةِ حقٌّ بلا كيفيَّةٍ ولا تشبيهٍ ولا جِهَةٍ.

وشفاعةُ نبيِّنا محمَّدٍ صلى الله عليه وسلم حقٌّ لكلِّ مَن هو مِن أهلِ الجنَّةِ، وإنْ كانَ صاحبَ الكبيرة.

وعائشةُ بعدَ خديجةَ الكبرى رضي الله تعالى عنهما أفضلُ نساءِ العالَمِين، وأمُّ المؤمنين، ومطهَّرةٌ عن القذف [وفي نسخة: مطهَّرةٌ عن الزنا بريئةٌ عمَّا قالت الروافضُ، فمَن شهدَ عليها بالزنا فهو ولدُ الزنا.]

وأهلُ الجنَّةِ في الجنَّةِ خالدونَ، وأهلُ النَّارِ في النَّارِ خالدونَ، لقوله تعالى في حقِّ المؤمنين: ﴿أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرة: ٨٢]، وفي حقِّ الكفّار: ﴿أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾[البقرة: ٣٩].

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(یہ امام اجل واعظم سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کے اس وصیت نامہ کا ترجمہ ہے جو انھوں نے اپنے اصحاب و تلامذہ رضون اللہ علیہم اجمعین کے لئے فرمایا۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ بیمار ہوئے تو فرمایا:)(3)

اے میرے بھائیو اور رفیقو! اللہ تعالی تمہیں توفیق دے، جان لو کہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کی بارہ خصلتیں ہیں، جو ان بارہ خصلتوں پر مضبوطی سے قائم رہے گا، وہ کبھی نہ مُبتدع ہو گا اور نہ صاحبِ ہَوی، تو میرے رفیقو اور ساتھیو! تم پر واجب ہے کہ ان خصلتوں پر قائم رہو؛ تاکہ تم ہمارے نبی کریم، سید عالم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے، روزِ قیامت مستحق ہو۔

پہلی خصلت: پہلی خصلت ایمان ہے، جو زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے، صرف زبانی اقرار کا نام ایمان نہیں ہے؛ اس لئے کہ اگر زبانی اقرار ہی کا نام ایمان ہوتا تو یقیناً تمام منافقین مومن ہوتے۔ اسی طرح صرف دل سے جاننے کا نام ایمان نہیں ہے؛ اس لئے کہ اگر دل سے جاننے کا نام ایمان ہوتا تو یقیناً تمام اہل کتاب ایمان دار ہوتے۔ اللہ تعالی منافقین کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿واللهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُوْنَ﴾ [المنافقون:١]

ترجمہ: اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین بلاشبہ جھوٹے ہیں۔

اور اہلِ کتاب کے بارے میں فرماتا ہے:

---

(3) یہ عبارت متن کی نہیں ہے؛ اس لئے ہم نے اسے بریکٹ میں کر دیا ہے تاکہ متن سے امتیاز رہے، متن: اے میرے بھائیو اور رفیقو! ۔۔۔ سے شروع ہوتا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ [البقرۃ: ۱۴۶]

ترجمہ: وہ نبی کو خوب جانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔

اور ایمان میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی؛ اس لئے کہ ایمان میں زیادتی اس کے سوا متصوّر ہی نہیں کہ کفر کی کمی ہو اور ایمان میں کمی اس کے سوا متصوّر ہی نہیں کہ کفر میں زیادتی ہو، لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ہی حالت میں حقیقتاً مؤمن بھی ہو اور کافر بھی اور مؤمن کے ایمان میں شک نہیں ہے، جس طرح کہ کافر کے کفر میں شک نہیں ہے۔ چنانچہ حق تبارک وتعالی فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ [الانفال: ۴]،

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا﴾ [النساء: ۱۵۱]

ترجمہ: وہ لوگ مومن بر حق ہیں اور یہ لوگ حقیقۃً کافر ہیں۔

اُمّتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے گناہ گار لوگ حقیقی مسلمان ہیں اور کافر نہیں ہیں۔

اور عمل ایمان کے سوا ہے اور ایمان عمل کے سوا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات مؤمن سے عمل مرتفع ہو جاتا ہے، اس وقت یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایمان اس سے مرتفع ہو گیا، جس طرح کہ حیض والی عورت کے ذمہ سے نماز مرتفع ہو جاتی ہے اور یہ کہنا اس کے بارے میں جائز نہیں کہ اس سے ایمان مرتفع ہو گیا یا یہ کہ ترکِ ایمان کے سبب اس سے نماز بعد میں ادا کرنے کے لئے مؤخّر کر دی گئی، بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض والی کے لئے فرمایا: روزے چھوڑ دے بعد میں اس کی قضا کر لینا اور یہ کہنا جائز ہے کہ فقیر پر زکوۃ واجب نہیں ہے اور یہ کہنا جائز نہیں کہ فقیر پر

ایمان واجب نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ تقدیرِ خیر و شر اللہ تعالی کی جانب سے نہیں ہے تو وہ یقیناً اللہ تعالی کا کافر ہے اور اگر وہ توحید کا اقراری ہے تو اس کی توحید باطل ہو گئی۔

دوسری خصلت: دوسری فضیلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندوں کے تمام عمل تین قسم کے ہیں: فریضہ، فضیلت اور معصیّت۔

لہذا اعمالِ فریضہ تو اللہ تعالی کے اَمر، اس کی مشیت، اُس کی محبت، اُس کی رضا، اُس کی قضاو قدر، اُس کے ارادے، اُس کی توفیق، اُس کی تخلیق، اُس کے حکم، اُس کے علم اور لوح میں لکھنے سے ہیں۔

اب رہے اعمالِ فضیلت تو وہ اللہ تعالی کے اَمر سے نہیں ہیں لیکن اس کی مشیّت، اُس کی محبت، اُس کی رضا، اُس کی قضا، اُس کی تقدیر، اُس کی توفیق، اُس کی تخلیق، اُس کے ارادے، اُس کے حکم، اُس کے علم اور لوحِ محفوظ میں اُس کے لکھنے سے ہیں۔

اب رہے اعمالِ معصیّت تو وہ اللہ تعالی کے اَمر سے نہیں ہیں لیکن اُس کی مشیّت سے ہیں، اُس کی محبت سے نہیں ہیں۔ معصیّت سے اُس کی قضا اور اُس کی رضا متعلق نہیں، اُس کی تقدیر سے ہیں، اُس کی توفیق سے نہیں۔ یہ عاصی کے خِذلان کے سبب ہے، اُس سے اس پر مؤاخذہ کیا جائے گا؛ اس لئے کہ معصیّت اُس کے علم اور لوحِ محفوظ میں اُس کے لکھنے سے ہے۔

تیسری خصلت: تیسری خصلت یہ کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے بغیر اُس کے کہ اُسے اس کی ضرورت اور اُس پر اسے استقرار کی حاجت ہو۔ وہ اور ماسوائے عرش کا حافظ و نگہبان ہے تو اگر وہ محتاج ہوتا تو تمام عالم کو پیدا نہ کر سکتا اور نہ اُس کی تدبیر کر سکتا جیسا کہ مخلوق کا حال ہے اور اگر وہ جلوس و قرار کا محتاج ہوتا تو عرش کی تخلیق سے پہلے وہ کہاں تھا؟ حق یہ ہے کہ اللہ تعالی اس سے پاک و منزّہ ہے۔ اس کی ذات بہت بر تر و بالا ہے۔

چوتھی خصلت: چوتھی خصلت یہ کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالی کا کلام، اُس کی وحی، اُس کا نازل کردہ اور اُس کی صفت ہے۔ نہ اُس کا عین ہے نہ اُس کا غیر بلکہ وہ علی التحقیق اُس کی صفت ہے۔ یہ قرآن مصاحف میں لکھا ہوا، زبانوں پر جاری، دلوں میں بغیر حلول کے محفوظ ہے اور حروف، سیاہی، کاغذ اور کتابت سب کی سب مخلوق ہیں؛ اس لئے کہ یہ بندوں کے اعمال ہیں اور اللہ تعالی کا کلام غیر مخلوق ہے؛ اس لئے کہ کتابت، حروف، کلمات، آیتیں سب کی سب قرآن کے آلہ واسباب ہیں؛ کیوں کہ بندے قرآن کے پڑھنے میں اُن اسباب وآلات کے محتاج ہیں اور اللہ تعالی کا کلام اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کے معنی ان ذرائع سے سمجھے جاتے ہیں، لہذا جو یہ کہے کہ اللہ تعالی کا کلام مخلوق ہے تو وہ کافر اور اللہ تعالی کا منکر ہے۔ اللہ تعالی معبود ہے۔ ہمیشہ رہنے والا ہے جیسا کہ پہلے سے ہے اور اُس کا کلام بندوں کی زبان پر جاری ہے، لکھا ہوا اور محفوظ ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات سے وہ زائل ہو۔

پانچویں خصلت: پانچویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمّت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں؛ اس لئے کہ حق تبارک وتعالی فرماتا ہے کہ

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ [الواقعة: ١٠-١٢]

ترجمہ: اگلے لوگ آگے ہیں۔ وہی جنت کے باغوں میں مقربین بارگاہ ہوں گے۔

جو پہلے ہیں وہ افضل ہیں اور ہر پرہیزگار مسلمان، ان سب سے محبت رکھتا ہے اور ہر بد بخت منافق، ان سے بغض وعداوت رکھتا ہے۔

چھٹی خصلت: چھٹی خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندے اپنے اعمال، اپنے اقرار اور اپنی معرفت کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں، پھر جب کہ یہ کرنے والے اپنے افعال کے ساتھ پیدا کئے گئے تو بطریق اولی وہ فقط مخلوق ہی ہوں گے۔

ساتویں خصلت: ساتویں یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کیا اور کسی قسم کی ان کو طاقت نہ تھی؛ کیوں کہ وہ سب کمزور و عاجز ہیں۔ اللہ تعالی ان کا پیدا کرنے والا، ان کا رازق ہے جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا:

﴿اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ﴾

[الروم: ۴۰]

ترجمہ: اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر اس نے تمہیں رزق دیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔

علم کے ذریعہ کمائی حلال ہے اور حلال طریقہ سے مال جمع کرنا حلال ہے اور حرام طریقہ سے مال اکٹھا کرنا حرام ہے۔

لوگ تین طرح کے ہیں: ایک مومن، جو اپنے ایمان میں مخلص ہے۔ دوسرے کافر، جو اپنے کفر میں جحود کرتا ہے۔ تیسرے منافق، جو اپنے نفاق میں مداہنت کرتا ہے۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں پر عمل فرض کیا ہے اور کافروں پر ایمان اور منافقوں پر اخلاص فرض کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ﴾ [النساء: ۱]

اس کے معنی ہیں: اے مسلمانو! عمل نیک کرو اور اے کافرو! ایمان لاؤ اور اے منافقو! خلوص برتو۔

آٹھویں خصلت: آٹھویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہے نہ فعل سے پہلے اور نہ فعل کے بعد؛ اس لئے کہ اگر فعل سے پہلے

ہو تو بلاشبہ بندہ عمل کے وقت اللہ تعالی سے مستغنی و بے پرواہ ہو جائے اور یہ نص کے خلاف ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ [محمد: ۳۸]

ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔

اور اگر فعل کے بعد ہو تو بلاشبہ بغیر استطاعت کے فعل کا حصول محال ہے۔

نویں خصلت: نویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ موزوں پر مقیم کے لئے ایک دن، ایک رات کے لئے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین راتوں کے لئے مسح کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ حدیث میں ایسا ہی وارد ہوا ہے تو جو اس کا انکار کرے تو اس پر کفر میں مبتلا ہونے کا خوف ہے؛ اس لئے کہ یہ حدیث متواتر سے ثابت ہے اور سفر کی حالت میں نماز میں قصر یعنی چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھنا اور روزہ کا افطار کرنا نصِ قرآنی سے اجازت ہے۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ [النساء: ۱۰۱]

ترجمہ: جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو۔

اور افطار کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے کہ

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾

[البقرة: ۱۸۴]

ترجمہ: تو جو تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں اتنے ہی دن کے روزے کی قضا ہے۔

دسویں خصلت: دسویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قلم کو لکھنے کا حکم فرمایا، اس پر قلم نے عرض کیا: اے میرے ربّ! میں کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا: جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو لکھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾
[القمر: ۵۲-۵۳]

ترجمہ: جو کچھ یہ کرتے ہیں کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور سب چھوٹے بڑے عمل لکھے ہوئے ہیں۔

گیارہویں خصلت: گیارہویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ عذاب یقیناً ہونے والا ہے اور منکر و نکیر کے سوال حق ہیں؛ کیوں کہ احادیث میں وارد ہے اور جنت و نار حق ہیں اور یہ دونوں پیدا شدہ ہیں اور ان دونوں کے لیے فنا نہیں؛ کیوں کہ حق تعالی نے فرمایا:

﴿أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [آل عمران: ۱۳۳]
ترجمہ: جنت متقیوں کے لیے تیار کر دی گئی ہے۔

اور نارِ جہنم کے لیے فرمایا:

﴿أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ [البقرۃ: ۲۴، آل عمران: ۱۳۱]
ترجمہ: کافروں کے لیے جہنم بنادی گئی ہے۔

اللہ تعالی نے جنت و دوزخ کو ثواب و عِقاب کے لیے پیدا فرمایا ہے اور میزان حق ہے؛ کیوں کہ حق تعالی نے فرمایا:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [الأنبياء: ۴۷]

ترجمہ: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن۔

اور نامۂ اعمال کا پڑھنا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْباً﴾ [الاسراء:۱۴]

ترجمہ: اپنا نامہ اعمال پڑھ لو، تمہارے لیے آج تمہارے حساب کو یہ کافی ہے۔

بارہویں خصلت: بارہویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ان جانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور اُن کو اس دن اُٹھائے گا، جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے تاکہ جزاوثواب اور ادائے حقوق ہو، حق تعالی نے فرمایا:

﴿وَاَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ [الحج: ۷]

ترجمہ: بلاشبہ جو قبروں میں ہیں، اللہ ان کو اُٹھائے گا۔

اور اہلِ جنت کے لیے بلا کیف و تشبیہ و جہت، اللہ تعالی کا دیدار ہو گا اور سیدِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہر اہلِ جنت کے لیے اگرچہ گناہِ کبیرہ رکھتا ہو، حق ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بعد سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ وہ تمام مسلمانوں کی ماں (اُمّ المؤمنین) اور بدی سے پاک و ستھری ہیں [اور ایک نسخے میں یہ ہے کہ زنا سے پاک ہیں اور روافض کے قولِ بد تر از بَول سے بَری ہیں اور جو آپ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے، وہ زنا کی پیداوار ہے] اور اہلِ جنت، جنت میں ہمیشہ ہمیشہ اور اہلِ نار، دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ چنانچہ حق تعالی نے مسلمانوں کے حق میں فرمایا:

﴿أُولٰئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾ [البقرة: ۸۲]

ترجمہ: یہی لوگ اہلِ جنت ہیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور کافروں کے بارے میں فرمایا:

﴿أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرۃ: ۳۹]

ترجمہ: یہی لوگ دوزخی ہیں، اس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تمت بالخیر

المترجم: غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

۸، رجب المرجب، ۱۳۸۷ھ/ ۱۳ اکتوبر، ۱۹۶۷ء، جمعہ

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پہلی بار پشتو زبان میں دستیاب ہے